فصل ششم

عالمگیر اُمّتِ مُسلمہ کی تاسیس

(۲)

اُمتِ مُسلمہ کی شانِ ترکیب اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اُس اصلی دین کو تازہ کیا جو ابتداء سے چلا آرہا تھا، بلکہ اُس اُمت کو بھی از سرِ نو قائم کیا جو تمام انبیاء علیہم السلام کے زمانے سے اُمت مسلمہ کہلاتی چلی آرہی تھی۔ اِس اُمت میں مختلف قبیلوں اور خاندانوں اور علاقوں سے نکل نکل کر جو لوگ شامل ہوتے چلے گئے، آپ نے اُن سب کو ایک دوسرے کا حامی و مددگار، ایک دوسرے کا بھائی، ایک دوسرے کا ہمدرد و غمگسار بنایا، سب کی جان، مال، آبرو کو برابر کی حرمت دی، سب کے حقوق اور فرائض یکساں ٹھیرائے اور کسی کے لیے کوئی ایسا امتیاز نہ رکھا جو دوسرے کو حاصل نہ ہو۔ یہ عرب کے قبیلہ پرست اور عصبیّت زدہ ماحول کے لیے ایک عجیب چیز تھی جسے قبول کرنے کے لیے اُن کا دماغ کسی طرح آمادہ نہ ہوتا تھا۔

ابن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب نے آپ سے ایک روز پوچھا اگر میں تمہارے دین کو مان لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جو اور سب ایمان لانے والوں کو ملے گا۔ اُس نے کہا میرے لیے (یعنی نبی کے چچا کے لیے بھی) کوئی فضیلت نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس پر وہ بولا تَبًّا لِهٰذَا الدِّيْنِ تَبًّا اَنْ اَكُوْنَ وَهٰؤُلَاءِ سَوَآءً۔ "ناس جائے، اس دین کا ناس جائے، جس میں میں اور یہ دوسرے لوگ برابر ہوں" (ابن جریر)

اس تصورِ عصبیّت کے برعکس قرآن نے صاف صاف کہا لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (الممتحنہ) "قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں کام آئیں گی نہ اولاد"۔ یہ خونی رشتے یہیں دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور وہاں اِن کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اصل چیز ایمان ہے جو قیامت میں کام آنے والی ہے اس لیے دنیا میں بھی تمہارے رشتہ و تعلق کی بنیاد اِسی پر قائم ہونی چاہیے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (المائدہ - ۵۵)	تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (الحجرات - ۱۰)	مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں - لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔

یہ آیت دنیا کے تمام مسلمانوں کی عالمگیر برادری قائم کرتی ہے اور یہ اسی کی برکت ہے کہ کسی دوسرے دین یا مسلک کے پیرودں میں وہ اُخوّت نہیں پائی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔ اس حکم کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت ارشادات میں بیان فرمایا ہے جن سے اس کی پوری روح سمجھ میں آسکتی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین باتوں پر بیعت لی تھی۔ ایک یہ کہ نماز قائم کروں گا، دوسری یہ کہ زکوٰۃ دیتا رہوں گا۔ تیسری یہ کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا" (بخاری، کتاب الایمان)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر" (بخاری، کتاب الایمان۔ مسند احمد میں اسی مضمون کی روایت حضرت سعید بن مالکؓ نے بھی اپنے والد سے نقل کی ہے)۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت حرام ہے" (مسلم، کتاب البر والصلۃ۔ ترمذی ابواب البر والصلۃ)۔

حضرت ابوسعید خُدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا، اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا، اور اس کی تذلیل نہیں کرتا۔ ایک آدمی کے لیے یہی شر بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے" (مسند احمد)

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ آپؐ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ "گروہِ اہلِ ایمان کے ساتھ ایک مومن کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا سر کے ساتھ جسم کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ اہل ایمان کی ہر تکلیف کو اسی طرح محسوس

کرتا ہے جس طرح سر جسم کے ہر حصّے کا درد محسوس کرتا ہے"۔ (مُسند احمد)

حضرت نعمانؓ بن بشیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى (بخاری و مسلم)	مومنوں کی مثال آپس کے رحم اور محبت اور ہمدردی کے معاملہ میں ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر ایک عضو میں کوئی تکلیف ہو تو سارا جسم اس کی خاطر بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوموسٰی اشعریؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا۔	مومن دوسرے مومن کے لیے اُس دیوار کی طرح ہے جس کا ہر حصّہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

(بخاری، مسلم، ترمذی)

حضرت عبداللہؓ بن عمر حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی مدد سے باز رہتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کسی حاجت کو پورا کرنے میں لگا ہوگا اللہ اس کی حاجت کو پورا کرنے میں لگ جائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو کسی مصیبت سے نکالے گا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت سے نکال دے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے گا اللہ قیامت کے روز اس کی عیب پوشی کرے گا۔

(بخاری و مسلم)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور ابوطلحہؓ بن سہل الانصاری کا بیان ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

مَا مِنِ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً	اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں

مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِنِ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ - (ابوداؤد)

کرتا جہاں اس کی تذلیل کی جا رہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرے گا جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہاں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں اس کی عزت پہ حملہ کیا جا رہا ہو اور اس کی تذلیل و توہین کی جا رہی ہو تو اللہ عزوجل اس کی مدد ایسے موقع پر کرے گا جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (بخاری و مسلم)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

حضرت ابوبکرہؓ نُفَیع بن الحارث کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم النحر کی تقریر میں حضورؐ نے فرمایا:

ألا فلا ترجعوا بعدي كفارًا يضرب بعضكم رقاب بعض (بخاری و مسلم)

خبردار رہو، میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا انصر اخاك ظالماً او مظلوماً "تیرا بھائی ظالم ہو یا مظلوم، اس کی مدد کر"۔ ایک شخص نے عرض کیا اگر وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا، مگر وہ ظالم ہو تو میں اس کی مدد کیسے کروں؟ فرمایا تحجزہ او تمنعہ من الظلم فان ذٰلک نصرہ۔ "اُس کو ظلم سے روک دے اور باز رکھ، کیونکہ یہی اس کی مدد ہے" (بخاری)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے:

المومنون تتكافأ دماءهم وهم يد على من سواهم

مومنوں کے خون برابر کی قیمت رکھتے ہیں، اور دوسروں کے مقابلے میں وہ سب ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔

(مسند ابوداؤد طیالسی، حدیث ۲۲۵۸)

حضرت انسؓ بن مالک حضورؐ کا یہ قول نقل کرتے ہیں :-

امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ - فاذا شہدوا واستقبلوا قبلتنا و اکلوا ذبیحتنا وصلّوا صلوتنا فقد حرُمت علینا دماءھم واموالھم الا بحقّھا - لھم ما للمسلمین وعلیہم ما علیھم (نسائی، کتاب الایمان، مسند احمد، مرویاتِ انسؓ بن مالک)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اِس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہے۔ پھر جب وہ یہ شہادت دے دیں، اور ہمارے قبلے کی طرف رُخ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں تو اُن کے خون اور ان کے مال ہم پر حرام ہیں سوائے اس کے کہ کوئی حق اُن پر آتا ہو۔ اُن کے لیے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے لیے ہیں اور ان پر وہی فرائض ہیں جو مسلمانوں پر ہیں۔

ایک دعوت اور تحریک کی علمبردار اُمت مگر یہ اُمت صرف اِس نوعیت کی نہ تھی کہ کچھ لوگ ایمان لا کر بس اپنی جگہ اللہ اللہ کریں، نیک کام کریں، اور آپس میں ایک دوسرے کے حامی و مددگار اور ہمدرد و غمخوار ہوں، بلکہ اِس سے آگے بڑھ کر اِس اُمت کا کام یہ تھا کہ اس کا ہر فرد اسلام کی دعوت کو لوگوں میں پھیلائے، بھلائی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے۔ یہ پوری اُمت تمام قوموں اور قبیلوں میں سے چھانٹ کر اسی لیے نکالی گئی ہے، کہ یہ خلقِ خدا کی اصلاح کرے، تمام قوموں سے اس کا تعلق حق اور انصاف کا تعلق ہو اور ناحق اور بے انصافی کا تعلق کسی سے نہ ہو۔ اگر معاملہ صرف پہلی صورت تک محدود ہوتا تو قریش اور مشرکین عرب کسی نہ کسی حد تک اسے برداشت کرنے کے لیے تیار ہو سکتے تھے۔ مگر یہ دوسری صورت ایسی تھی جس میں وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ اُمت بڑھنے اور پھیلنے کا صرف رُجحان ہی نہیں رکھتی بلکہ فرداً فرداً اِس کا ہر شخص، اور اجتماعی طور پر یہ پوری جماعت اپنی تحریک کو پھیلانے میں سرگرم ہے۔ اس سے ان کے اندیشے حد برداشت سے بڑھ گئے کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ روزانہ ٹوٹ ٹوٹ کر اُن کے آدمی اِس نئی جماعت میں شامل ہوتے جا رہے ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ

اور اُس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا

إِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حٰم السجدۃ - ۳۳)　　کہ میں مسلمان ہوں۔

اس سے پہلے کی آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی پر ثابت قدم ہو جانا اور اِس راستے کو اختیار کر لینے کے بعد پھر اُس سے منحرف نہ ہونا بجائے خود وہ بنیادی نیکی ہے جو آدمی کو فرشتوں کا دوست اور جنت کا مستحق بناتی ہے۔ اُس کے بعد اِس آیت میں اُن کو بتایا گیا ہے کہ آگے کا درجہ، جس سے زیادہ بلند کوئی درجہ انسان کے لیے نہیں ہے، یہ ہے کہ تم خود نیک عمل کرو، اور دوسروں کو اللہ کی بندگی کی طرف بلاؤ، اور شدید مخالفت کے ماحول میں بھی، جہاں اسلام کا اعلان و اظہار کرنا اپنے اوپر مصیبتوں کو دعوت دینا ہے، ڈٹ کر کہو کہ میں مسلمان ہوں۔ اِس ارشاد کی پوری اہمیت سمجھنے کے لیے اُس ماحول کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے جس میں یہ بات فرمائی گئی تھی۔ اُس وقت حالت یہ تھی کہ جو شخص بھی مسلمان ہونے کا اظہار کرتا تھا اُسے یکایک یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا اُس نے درندوں کے جنگل میں قدم رکھ دیا ہے جہاں ہر ایک اُسے پھاڑ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ اور اِس سے آگے بڑھ کر جس نے اسلام کی تبلیغ کے لیے زبان کھولی اس نے تو گویا درندوں کو پکار دیا کہ آؤ اور مجھے بھنبھوڑ ڈالو۔ ان حالات میں فرمایا گیا ہے کہ کسی شخص کا اللہ کو اپنا رب مان کر سیدھی راہ اختیار کر لینا اور اُس سے نہ ہٹنا بلاشبہ اپنی جگہ بڑی اور بنیادی نیکی ہے، لیکن کمال درجے کی نیکی یہ ہے کہ آدمی اُٹھ کر کہے کہ میں مسلمان ہوں، اور نتائج سے بے پروا ہو کر اللہ کی بندگی کی طرف خلقِ خدا کو دعوت دے، اور اپنے اس کام کو کرتے ہوئے اپنا عمل اتنا پاکیزہ رکھے کہ کسی کو اسلام اور اس کے علمبرداروں پر حرف رکھنے کی گنجائش نہ ملے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً	اور اِسی طرح ہم نے تم کو ایک اُمتِ
وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى	وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں
النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ	پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ۔
شَهِيْدًا (البقرہ - ۱۴۳)	

یہ دراصل اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا اعلان ہے۔ "اسی طرح" کا اشارہ اللہ کی اُس رہنمائی کی طرف بھی ہے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی قبول کرنے والوں کو سیدھی راہ معلوم ہوئی اور وہ ترقی کرتے کرتے اِس مرتبے پر پہنچے کہ "امتِ وسط" قرار دیے گئے، اور تحویلِ قبلہ کی طرف بھی جسے نادان محض ایک سمت سے دوسری سمت کی طرف پھرنا سمجھ رہے تھے، حالانکہ دراصل بیت المقدس سے کعبے کی طرف سمتِ قبلہ کا پھرنا یہ معنی رکھتا تھا کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو دنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ

معزول کیا اور امتِ محمدیہ کو اس پر فائز کر دیا۔

"امتِ وَسَط" کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے، جو عدل و انصاف اور توسّط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق، ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔

پھر یہ جو فرمایا کہ تمہیں "امتِ وَسَط" اس لیے بنایا گیا ہے کہ "تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ"، تو اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوعِ انسانی کا اکٹھا حساب لیا جائے گا، اس وقت رسول، اللہ تعالیٰ کے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے تم پر گواہی دے گا کہ فکرِ صحیح اور عملِ صالح اور نظامِ عدل کی جو تعلیم اللہ نے اسے دی تھی، وہ اس نے تم کو بے کم و کاست پوری کی پوری پہنچا دی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھا دیا۔ اس کے بعد رسول کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تم کو عام انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے اٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسول نے جو کچھ تمہیں پہنچایا تھا وہ تم نے انھیں پہنچانے میں، اور جو کچھ رسول نے تمہیں دکھایا تھا وہ تم نے اُنھیں دکھانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اس طرح کسی شخص یا گروہ کا اس دنیا میں خدا کی طرف سے گواہی کے منصب پر مامور ہونا ہی درحقیقت اس کا امامت اور پیشوائی کے مقام پر سرفراز کیا جانا ہے۔ اس میں جہاں فضیلت اور سرفرازی ہے وہیں ذمہ داری کا بہت بڑا بار بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت کے لیے خدا ترسی، راست روی، عدالت اور حق پرستی کی زندہ شہادت بنے، اُسی طرح اس اُمت کو بھی تمام دنیا کے لیے زندہ شہادت بننا چاہیے، حتّٰی کہ اس کے قول اور عمل اور برتاؤ ہر چیز کو دیکھ کر دنیا کو معلوم ہو کہ خدا ترسی اس کا نام ہے، راست روی یہ ہے، عدالت اس کو کہتے ہیں اور حق پرستی ایسی ہوتی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ	تم دنیا میں وہ بہترین اُمت ہو جسے (انسانوں
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	کی ہدایت و اصلاح کے لیے) میدان میں لایا گیا ہے۔
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ	تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ

بِاللّٰہِ ط (آل عمران - ۱۱۰) پر ایمان رکھتے ہو۔

اِس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متّبعین کو بتایا جا رہا ہے کہ دنیا کی امامت و رہنمائی کے جس منصب سے بنی اسرائیل اپنی نا اہلی کے باعث معزول کیے جا چکے ہیں اس پر اب تم مامور کیے گئے ہو۔ اس لیے کہ اخلاق و اعمال کے لحاظ سے اب تم دنیا میں سب سے بہتر انسانی گروہ بن گئے ہو اور تم ہی میں وہ صفات پیدا ہو گئی ہیں جو امامتِ عادلہ کے لیے ضروری ہیں، یعنی نیکی کو قائم کرنے اور بدی کو مٹانے کا جذبہ و عمل اور اللہ وحدہٗ لاشریک کو اعتقاداً و عملاً اپنا الٰہ اور رب تسلیم کرنا - لہٰذا اب امامت عالم کا یہ کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط	مومن مرد اور مومن عورتیں، سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

(التوبہ - ۷۱)

یعنی مومن مرد و زن ایک ایسا گروہ بن گئے ہیں جس کے افراد میں یہ خصوصیت مشترک ہے کہ نیکی سے وہ اتنی دلچسپی رکھتے ہیں کہ دنیا کو اس کا حکم دیتے ہیں، بدی سے وہ اتنی نفرت کرتے ہیں کہ دنیا کو اس سے روکتے ہیں۔ خدا کی یاد اُن کے لیے غذا کی طرح زندگی کی ناگزیر ضروریات میں شامل ہے، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے لیے ان کے دل اور ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، اور خدا اور رسول کی اطاعت ان کی زندگی کا وتیرہ ہے - اس مشترک اخلاقی مزاج اور طرزِ زندگی نے انہیں آپس میں ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔

فدا کاری کا جذبہ اس امت کے لوگوں میں یہ جذبہ بھی پیدا کیا گیا کہ وہ اپنے دین کو ہر چیز پر مقدم رکھیں، ہر چیز کو اس پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائیں، مگر کسی چیز پر اُسے قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔ اگر اپنے وطن، خاندان، گھر بار میں رہتے ہوئے خدا کی بندگی کرنا ممکن ہو تو ٹھیک، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایمان کا امتحان اسی چیز میں ہے کہ آیا وہ گھر بار، بال بچوں، خاندان اور وطن کی محبت میں خدا کی بندگی کو چھوڑتے ہیں یا خدا کی بندگی کے لیے اِن سب کو چھوڑ کر ہجرت اور جلاوطنی کے خطرات مول لیتے ہیں؟

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ (النحل۔ ۴۱)	جو لوگ ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے ہیں ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔
يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ (العنکبوت ۵۶ تا ۶۰)	اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی بجا لاؤ۔ ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کو ہم جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے ـــــ اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

سورۂ عنکبوت کی ان آیات کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا جذبہ تھا جو اُس وقت اُمت مسلمہ میں پھونکا گیا تھا۔

پہلی آیت میں اشارہ ہے ہجرت کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مکے میں خدا کی بندگی کرنی مشکل ہو رہی ہے تو ملک چھوڑ کر نکل جاؤ۔ خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔ جہاں بھی تم خدا کے بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔ تم کو قوم و وطن کی نہیں بلکہ اپنے خدا کی بندگی کرنی چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز قوم، وطن اور ملک نہیں ہے بلکہ اللہ کی بندگی ہے۔ اگر کسی وقت قوم و وطن اور ملک کی محبت کے تقاضے اللہ کی بندگی

کے تقاضوں سے ٹکرا جائیں تو وہی وقت مومن کے ایمان کی آزمائش کا ہوتا ہے۔ جو سچا مومن ہے وہ اللہ کی بندگی کرے گا اور قوم، وطن اور ملک کو لات مار دے گا۔ جو جھوٹا مدعی ایمان ہے وہ ایمان کو چھوڑ دے گا اور اپنی قوم اور اپنے ملک و وطن سے چمٹا رہے گا۔ یہ آیت اس باب میں بالکل صریح ہے کہ ایک سچا خدا پرست انسان محبِ قوم و وطن تو ہوسکتا ہے مگر قوم پرست اور وطن پرست نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے خدا کی بندگی ہر چیز سے عزیز تر ہے جس پر دنیا کی ہر چیز کو وہ قربان کر دے گا مگر اسے دنیا کی کسی چیز پہ بھی قربان نہ کرے گا۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ جان کی فکر نہ کرو۔ یہ تو کبھی نہ کبھی جانی ہی ہے۔ ہمیشہ رہنے کے لیے تو کوئی بھی دنیا میں نہیں آیا ہے۔ لہٰذا تمہارے لیے فکر کے لائق مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اِس دنیا میں جان کیسے بچائی جائے، بلکہ اصل لائق فکر مسئلہ یہ ہے کہ ایمان کیسے بچایا جائے اور خدا پرستی کے تقاضے کس طرح پورے کیے جائیں۔ آخر کار تمہیں پلٹ کر ہماری طرف ہی آنا ہے۔ اگر دنیا میں جان بچانے کے لیے ایمان کھو کر آئے تو اس کا نتیجہ کچھ اور ہوگا اور ایمان بچانے کے لیے جان کھو آئے تو اس کا انجام کچھ دوسرا ہوگا۔ پس فکر جو کچھ بھی کرنی ہے اِس بات کی کرو کہ ہماری طرف جب پلٹو گے تو کیا لے کر پلٹو گے؟ جان پہ قربان کیا ہوا ایمان؟ یا ایمان پہ قربان کی ہوئی جان؟

تیسری آیت میں بتایا گیا کہ اگر ایمان اور نیکی کے راستے پر چل کر بالفرض تم دنیا کی ساری نعمتوں سے محروم بھی رہ گئے اور دنیوی نقطۂ نظر سے سراسر ناکام ہی مرے تو یقین رکھو کہ اس کی تلافی بہر حال ہوگی اور نری تلافی ہی نہ ہوگی بلکہ بہترین اجر بھی نصیب ہوگا۔

چوتھی آیت میں فرمایا گیا کہ آخرت کا یہ بہترین اجر اُن لوگوں کے لیے ہے جو ہر طرح کی مشکلات اور مصائب اور نقصانات اور اذیتوں کے مقابلے میں ایمان پہ قائم رہے۔ جنہوں نے ایمان لانے کے خطرات کو اپنی جان پر جھیلا اور منہ نہیں موڑا۔ ترکِ ایمان کے فائدوں اور منفعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کی طرف ذرہ برابر التفات نہ کیا۔ کفّار و فسّاق کو اپنے سامنے پھلتے پھولتے دیکھا اور ان کی دولت و حشمت پر ایک نگاہِ غلط انداز بھی نہ ڈالی۔ جنہوں نے بھروسہ اپنی جائدادوں اور اپنے کاروبار اور اپنے کنبے قبیلے پہ نہیں بلکہ اپنے رب پہ کیا۔ جو اسبابِ دنیوی سے قطع نظر کر کے محض اپنے رب کے بھروسے پر ایمان کی خاطر ہر خطرہ سہنے اور ہر طاقت سے ٹکرا جانے کے لیے تیار ہو گئے اور وقت آیا تو گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے

ہوئے جنہوں نے اپنے رب پر یہ اعتماد کیا کہ ایمان اور نیکی پر قائم رہنے کا اجر اس کے ہاں کبھی ضائع نہ ہوگا اور یقین رکھا کہ وہ اپنے مومن و صالح بندوں کی اس دنیا میں بھی دستگیری فرمائے گا اور آخرت میں بھی ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے گا۔

آخری آیت میں فرمایا ہجرت کرتے ہوئے تمہیں فکرِ جان کی طرح فکرِ روزگار سے بھی پریشان نہ ہونا چاہیے۔ آخر یہ بے شمار چرند و پرند اور آبی حیوانات جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا اور خشکی اور پانی میں پھر رہے ہیں، ان میں سے کون اپنا رزق اٹھائے پھرتا ہے؟ اللہ ہی تو ان سب کو پال رہا ہے۔ جہاں جاتے ہیں اللہ کے فضل سے ان کو کسی نہ کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے۔ لہٰذا تم یہ سوچ سوچ کر ہمت نہ ہارو کہ اگر ایمان کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ اللہ جہاں سے اپنی بے شمار مخلوق کو رزق دے رہا ہے تمہیں بھی دے گا۔ (باقی)